بجناب عباد اللہ فاروقی

ابنِ سینا

حیات و تصنیفات پر ایک نظر

شیخ الرئیس ابن سینا کی زندگی کو ہم چار حصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں۔ زندگی کے ابتدائی دَور میں وہ بخارا میں رہے۔ دوسرے دَور میں جرجان (خوارزم) تیسرے میں ہمدان اور چوتھے دَور میں اصفہان چلے گئے۔ پہلے تین اَدوار شیخ کی تصنیف و تالیف کا زمانہ ہے۔ اصفہان میں زیادہ تر پہلے شروع کی ہوئی کتابوں کی تکمیل کی گئی۔

ابنِ سینا کا نام ابوعلی حسین بن عبداللہ بن حسن بن علی بن سینا تھا۔ اور لقب شیخ الرئیس، تاریخ فلاسفۃ الاسلام کا مصنف محمدؐ لطفی جمعہ ابن سینا کا نام ابوعلی حسین بن عبداللہ بن سینا بتاتا ہے[1]۔ لیکن یہ درست نہیں۔ قدیم تذکرہ نگار اس بات پر متفق ہیں کہ سینا شیخ کے آبا و اجداد میں پانچویں پشت پر ہے۔ اسی طرح بعض تذکرہ نگاروں مثلاً قطب الدین لاہجی وغیرہ نے شیخ کے تذکرہ میں لکھا ہے کہ سینا فخر الدولہ دیلمی کا وزیر تھا۔ حالانکہ یہ محقق ہے کہ سینا اور فخر الدولہ کے زمانہ میں ایک سَو سال سے زیادہ کا فرق ہے۔ سینا سلاطین سامان کے ابتدائی عہد میں بخارا میں عہدۂ جلیلہ پر سرفراز اور نظم و نسق کا مختار تھا۔

غرض ابنِ سینا عرب کے مشہور اطبا اور اکابر فلاسفہ سے ہے۔ وہ فارسی الاصل تھا۔ اس کی پرورش ماوراء النہر میں ہوئی۔ شیخ کے علم و فضل کی تعریف میں صرف یہی دلیل کافی ہے کہ اس زمانہ سے اب تک مسلمانوں میں کوئی شخص اس کا ہم پلہ پیدا نہیں ہوا۔ شیخ کا باپ عبداللہ شہر بلخ کے نامور لوگوں میں سے تھا اور وہاں کی گورنمنٹ سے کوئی خدمت بھی اس کے مفوض تھی۔ منصور بن عبدالملک سامانی کے عہدِ دولت میں اس نے بخارا کا رُخ کیا۔ اور نوح بن منصور کے عہد میں وہاں ملازمت اختیار کر لی۔ کچھ عرصہ بخارا میں رہا۔ بعد ازاں اسے والیٔ طرمیتان (بخارا کا

---

[1] تاریخ فلاسفۃ الاسلام مصنفہ محمدؐ لطفی جمعہ صفحہ ۷۱، ترجمہ: ڈاکٹر میر ولی الدین جامعہ عثمانیہ

ایک شہر) بنا دیا گیا اور وہاں "افشنا" گاؤں کی ایک عورت "ستارہ" نامی سے اس نے شادی کرلی۔ جس کے بطن سے ماہ صفر ۳۷۰ھ مطابق اگست ۹۸۰ء میں ابن سینا پیدا ہوا۔

۱۔ ابن سینا بخارا میں

ابنِ سینا کی ولادت کے چند سال بعد اس کا باپ دوبارہ بخارا آیا، اور شیخ کو ایک معلم کے سپرد کیا۔ شیخ میں بچپن ہی سے دانائی اور اولوالعزمی کے آثار پائے جاتے تھے، اس نے پانچ سال میں قرآن اور علومِ دینیہ کے علاوہ اصول علمِ ادب یعنی نحو، صرف، لغت، معانی اور بیان میں کامل دستگاہ پیدا کرلی۔ اس کے بعد اس نے محمود مساح کی شاگردی اختیار کی جو ایک بقال تھا اور ریاضی میں ماہر تھا۔ بوعلی کو حساب اور جبر و مقابلہ میں وہ ملکہ ہوا کہ اپنے استاد کا ہم مرتبہ ہوگیا۔ اس کے بعد اس نے اسمٰعیل زاہد سے علم فقہ کی تحصیل کی۔ اس کے بعد عبداللہ ناتلی سے منطق، اقلیدس، متوسطات اور مجسطی کی تحصیل کی۔ اسی اثنا میں عبداللہ ناتلی کو خوارزم جانا پڑا، ادھر ابن سینا علمِ طب کے شوق میں ابومنصور حسن بن نوح القمری کا شاگرد بن گیا۔ جب علم طب میں کافی دستگاہ پیدا کرلی تو ایک مطب جاری کیا اور بیماروں کے علاج میں مشغول ہوگیا۔ مؤرخین کا بیان ہے کہ اس زمانے میں جب کہ وہ اس مرتبہ کو پہنچا تھا اس کی عمر بیس برس کی نہیں ہوئی تھی۔ اس نے مابعد الطبیعات کا بھی مطالعہ شروع کیا۔ اس زمانہ میں اس موضوع پر اسے ابونصر فارابی کی تصنیف دستیاب ہوگئی جس نے مسائل کو سمجھنے اور حل کرنے میں اسے خوب مدد دی۔

شیخ کے بارے میں یہ بیان کہ "اس کی طبیعت میں اس قدر استغنا تھا کہ جس طرح اُس نے علمی کمالات کے مدارج طے کرنے میں کسی استاد کے سامنے زانوئے ادب نہ طے کیا تھا۔ اسی طرح اس نے دنیوی اعتبارات کے لالچ میں آکر کسی اُستاد کے سامنے زانوئے ادب تہ نہیں کیا تھا۔ اسی طرح اس نے دنیوی اعتبارات کے لالچ میں آکر کسی فرماں روائے ملک کے حضور میں سرِ تسلیم خم نہیں کیا[۵] حقیقت سے بہت دُور ہے۔

۵۔ تجلیات ابن سینا مصنفہ محمد افضل حق مطبوعہ لاہور ۱۹۲۸

شیخ جہاں فاضل اساتذہ کے دامنِ تربیت میں رہ کر علوم وفنون کے چشموں سے سیراب ہوا وہاں شاہی درباروں میں منسلک رہ کر اس نے سیاسی قابلیت کے وہ جوہر دکھائے کہ دنیا دنگ رہ گئی اور غالباً یہی وجہ تھی کہ محمود غزنوی اس کے درپئے آزار ہو گیا تھا۔ تاہم اس سے انکار نہیں کہ شیخ کی طبیعت میں کمال استغنا تھا جس کی مثالیں ہم آیندہ سطور میں پیش کریں گے۔

روایت ہے کہ اس زمانے میں امیر نوح بن منصور سامانی بہت بیمار ہوا، بے شمار اطبا بلائے گئے لیکن ان کی تدبیریں بے اثر ثابت ہوئیں۔ آخر ابن سینا کے علاج سے اس کو صحت کامل حاصل ہو گئی۔ بادشاہ نے اس خوشی میں ابن سینا کو بے شمار نعمتوں سے فیض یاب کیا اور اس قدر اس کا معتقد ہو گیا کہ دم بھر کے لیے بھی اس کو اپنے پاس سے جدا نہیں ہونے دیتا تھا۔ اس زمانے میں شیخ نے بادشاہ سے کتب خانہ دیکھنے کی بھی اجازت حاصل کر لی۔

کتب خانہ شاہی میں نامور متقدمین ومتاخرین مصنفوں کی عمدہ کتابیں جمع تھیں اور ان کتابوں کے مطالعہ سے وہ عرصہ قلیل میں معقول اور منقول کا عالم بن گیا لیکن اتفاق سے کتابوں کا ذخیرہ جل گیا جس کا الزام ابن سینا پر لگایا گیا۔ خیال یہ کیا گیا کہ اس سے ابن سینا کا مقصود یہ تھا کہ ان کتابوں کے تلف ہو جانے کے بعد وہ اپنی تصانیف شائع کر کے اپنے تئیں علوم وفنون کا موجد ظاہر کرے۔ لیکن اُمرا کی اس شکایت سے بادشاہ نے کوئی تاثر نہ لیا۔ اس واقعہ کے تھوڑے عرصہ بعد یعنی رجب ۳۸۷ھ میں نوح بن منصور نے وفات پائی۔ اس کی وفات کے ساتھ ہی سامانی خاندان کا زوال شروع ہو گیا۔

امیر نوح بن منصور کی وفات کے بعد بخارا میں چار مرتبہ فتنہ وفساد برپا ہوا جس سے سیاسی امور میں ایسا تزلزل اور تہلکہ پیدا ہوا کہ سلاطین سامانی کا دور ختم ہوتا گیا اور اس کے ساتھ ہی سلاطین غزنین عروج حاصل کرنے لگے۔ ان حالات میں ابن سینا کا بخارا میں رہنا مشکل ہو گیا۔ چنانچہ اس نے جرجان (خوارزم) کا رُخ کیا۔

۲۔ دورِ خوارزم

ابن سینا نے خوارزم پہنچ کر سلطان خوارزم کے وزیر ابوالحسن سنبھلی کی وساطت سے

شاہی دربار میں رسائی حاصل کی۔ سلطان خوارزم علم دوست تھا۔ اس لیے اس کی مجلس میں حکیم، طبیب، منجم، ادیب اور شاعر اور ہر علم و فن کے صاحب کمال لوگ موجود رہتے تھے اس نے شیخ کو بھی اپنی مجلسِ علمی کا رکن بنایا۔

جب سلطان محمود غزنوی نے شاہِ خوارزم کے ملک پر یورش کر کے اس کو اپنا مطیع کیا تو اس موقع پر بعض حاسدوں نے ابن سینا کے خلاف محمود کے کان بھرے اور کہا یہ متعصب شیعہ ہے۔ سلطان کو ایک فاضل اور حکیم شخص کا متعصب ہونا خلافِ مصلحت معلوم ہوا اس لیے خوارزم شاہ کو ابوالفضل حسن کی زبانی کہلا بھیجا کہ وہ اپنے ملک کے تمام صاحب کمال اس کے دربار میں حاضر کر دے۔ اس سے سلطان کا مقصد یہ تھا کہ جب ابن سینا اس کے دربار میں آئے تو اسے قتل کر دیا جائے۔ لیکن بات مذہب کی نہ تھی۔ حالات بتاتے ہیں کہ ابن سینا نے سیاسی امور میں کافی شہرت حاصل کر لی تھی اور محمود یہ نہیں چاہتا تھا کہ شاہِ خوارزم کے دربار میں ابن سینا کے پایہ کا کوئی سیاسی مشیر ہو۔

محمد فضل حق شیخ کی سیاسی قابلیت کا ذکر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

"اس کی طبیعت میں سیاسی معاملات کی قابلیت ودیعت کی گئی تھی۔ اس لیے اس نے بعض دولِ اسلامیہ کے اہم معاملات میں دخل دے کر ایک نمایاں امتیاز حاصل کیا۔" [۵۳]

غرض جیسے ہی شیخ کو اس بات کا پتہ چلا تو خوارزم سے نکل کھڑا ہوا اور اپنی جان چھپائے کوہ و صحرا میں مارا مارا پھرتا رہا۔ وہ بادیہ پیمائی کرتا ہوا خراسان پہنچا اور وہاں سے نکل کر نیشاپور چلا گیا۔ لیکن سلطان قابوس کے زمانے میں پھر خوارزم آ گیا۔ قابوس بھی عالموں کا قدرداں تھا۔ شیخ یہاں پہنچ کر کسی قدر مطمئن ہوا۔ سلطان قابوس نے محمود غزنوی سے اس کے عفو کی نسبت سفارش کر کے اس کا غصہ زایل کر دیا لیکن شیخ کی بدقسمتی ملاحظہ ہو کہ تھوڑے ہی عرصہ میں قابوس کے ملک یعنی خوارزم میں بغاوت ہو گئی، اور قابوس قتل کر دیا گیا۔ چونکہ اب شیخ کا کوئی سرپرست نہیں رہا تھا اس لیے وہ جرجان (خوارزم) سے نکل کر کسی دور دراز جگہ چلا گیا لیکن مفلسی نے اسے دوبارہ خوارزم آنے پر مجبور کیا۔ اس حالت کے اظہار میں اس نے ایک قصیدہ بھی لکھا جس کا ایک

---

۵۳ تجلیاتِ ابن سینا صفحہ ۲۴۱، مطبوعہ سٹیم پریس لاہور ۱۹۲۸

شعر یہ ہے ؎

لما عظمت فلیس مصر واسعی
لما غلا ثمنی عدمت المشتری

(ترجمہ) "جب میری قدر و منزلت بڑھی تو اس کے رہنے کے لیے کسی شہر کی وسعت کافی نہیں ہو سکتی تھی۔ جب میری قیمت گراں ہو گئی تو میں نے خریدار کو مفقود پایا۔"

اس زمانے میں ابوعبید اللہ جرجانی کو جس کا نام عبدالواحد تھا علم فلسفہ کی تحصیل کا شوق پیدا ہوا۔ اس نے شیخ کی شاگردی اختیار کی اور اس کی صحبت میں رہنے لگا اور مرتے دم تک اس کے ساتھ رہا۔ چنانچہ اکثر مؤرخین نے شیخ کے حالات کو اس کی روایات سے لکھا ہے اور اس کے سوا اور روایتوں کو قریب قریب غیر مستند خیال کیا ہے۔

چونکہ اس اثنا میں شیخ ایک مدت دراز تک فتنہ و فساد سے محفوظ رہا تھا اس لیے تصنیف و تالیف کا سلسلہ شروع کیا۔ اور کتاب اوسط، ومبدا و معاد تصنیف و تالیف کیں۔ اسی زمانہ میں شیخ کو "رے" جانے کا اتفاق ہوا۔ یہ زمانہ مجدد الدولہ کا تھا۔ شیخ نے اپنی کتاب "معاد" کو مجدد الدولہ کے نام سے معنون کیا۔ ابھی اسے 'رے' میں آئے ہوتے زیادہ عرصہ نہیں گذرا تھا کہ اسے معلوم ہوا کہ سلطان محمود غزنوی تسخیر "رے" کے ارادے سے نکل چکا ہے۔ شیخ کو تردد ہوا اور وہ رے سے نکل کر قزوین چلا گیا اور قزوین سے نکل کر ہمدان کو روانہ ہوا جہاں شمس الدولہ ابن فخر الدولہ حکمران تھا۔

۳- ابن سینا ہمدان میں

ہمدان میں شمس الدولہ نے شیخ کو وزارت کے عہدہ پر فائز کر دیا۔ اس زمانے میں شیخ نے علم طبیعیات لکھا اور اس کو اپنی کتاب "شفا" میں شامل کر دیا۔ اس کے بعد اس نے کتاب خمسہ قانون کا ایک حصہ بھی تصنیف کیا۔ کچھ عرصہ بعد اس نے وزارت کے عہدے سے استعفیٰ دے دیا۔ اس کے بعد شمس الدولہ بھی انتقال کر گیا۔ اس کی وفات کے بعد جب اس کا بیٹا تاج الدولہ سریر آرائے سلطنت ہوا، تو اس نے شیخ کو دوبارہ عہدۂ وزارت قبول کرنے پر مجبور کیا لیکن شیخ نے انکار کر دیا۔ اس پر تاج الدولہ نے شیخ کو قلعہ بردان میں جو بغداد کے قریب تھا قید کر دیا۔

شیخ نے اسیری کے ایام میں کتاب "شفا" کے بعض اجزا کی تکمیل کی۔ اس کے علاوہ کتاب "ہدایہ" اور رسالہ "حی بن یقظان" بھی اسی زمانہ میں لکھا، اور ایک قصیدہ بھی سپردِ قلم کیا جس کا ایک شعر یہ ہے ؎

دخولی فی الیقین کما تراہ
وکل الشک فی امر الخروج

ترجمہ: "یعنی اس مکان میں میرا داخل ہونا یقینی امر ہے جیسا کہ مشاہدہ کیا جا رہا ہے اور یہاں سے نکلنے کے خیال میں محض شک ہے۔"

۴۔ ابن سینا اصفہان میں

صاحب تاریخ فلاسفۃ الاسلام نے ابن سینا کی اسیری کی وجہ مختلف بیان کی ہے۔ فرماتے ہیں: " جب شمس الدولہ نے انتقال کیا اور اس کا بیٹا والی ہوا تو اس نے ابن سینا کے حال پر نظرِ التفات نہیں کی اور اس سے رُوگردانی شروع کی جس کی وجہ سے شیخ الرئیس کو اس سے عناد سا ہوگیا اور اس نے در پردہ اس کے دشمن حریف علاؤ الدولہ امیر اصفہان سے خط وکتابت شروع کی لیکن یہ واقعہ طشت از بام ہوگیا، اور اس کو اس فعل کی پاداش میں قلعہ میں نظر بند کر دیا گیا کئی برس کے بعد وہ اصفہان کی جانب جا نکلا۔ جہاں علاؤ الدولہ نے اس کو بہت سرفراز کیا وہ اکثر بڑی جنگوں اور مہموں میں اس کو اپنے ساتھ رکھتا۔ لیکن سفر کی ان مشقتوں نے اس کے ضعف میں جو پہلے ہی سے اس کی افراطِ عمل اور لہو ولعب کی وجہ سے پیدا ہو گیا تھا مزید اضافہ ہوا چنانچہ اس کی آنتوں میں ایک مرض پیدا ہو گیا۔ اس نے اس کے لیے ایک سریع الاثر دوائی استعمال کی۔ جس سے یہ مرض اور بڑھ گیا۔ ایک جنگ جس میں ابن سینا علاؤ الدولہ کے ساتھ ہمدان کی طرف گیا تھا۔ اس کی تکلیف انتہا کو پہنچ گئی۔ جب اس نے دیکھا کہ موت قریب ہے تو بارگاہِ رب العالمین میں توبۃ نصوح کی اور اپنے قیمتی مال ومتاع کو خیرات کر دیا اور بالکلیہ عبادت میں مشغول ہو کر لقاءِ الٰہی کی تیاری کرنے لگا۔ رمضان ۴۲۸ھ مطابق ۱۰۲۷ء میں اس نے وفات پائی۔ اس وقت اس کی عمر ۵۷ برس کی تھی۔ اس کے شاگرد جرجانی نے اس کی سوانح حیات لکھی ہے جو یورپ میں " جوروجو روس" کے نام سے مشہور ہے۔ اس کا ترجمہ لاطینی زبان میں بھی

کیا گیا۔ جو یورپ میں شیخ الرئیس کی متعدد تالیفات کا سبب ہوا۔"[۵۴]

بعض کتب میں لکھا ہے کہ وقت اخیر میں ابن سینا یہ شعر پڑھتا تھا ؎

نموت ولیس لنا حاصل
سوے علمنا انہ ما علموا

ترجمہ "ہم مر رہے ہیں اور ہمیں جو علم حاصل ہے وہ یہ ہے کہ" ہم نے کچھ نہ جانا"۔

ابن سینا کے سنِ وفات میں کچھ اختلاف ہے۔ قاضی نوراللہ شوستری نے ایک جگہ ۴۲۶ھ لکھا ہے بعض لوگ اس سے دو اشعار بھی نقل کرتے ہیں جس سے اس کا سنِ ولادت اور زمانہ تحصیلِ علوم اور زمانِ وفات معلوم ہوتا ہے ؎

حجۃ الحق ابوعلی سینا در شجع آمد از عدم بوجود
در شصا کسب کرد کل علوم در تکز کرد این جہاں پدرود

لیکن صاحب حبیب السیر کی یہ رائے ہے کہ شیخ کی عمر بحساب شہور شمسی تریسٹھ سال سات ماہ تھی۔ اس قول کے موید اور بھی اقوال ہیں۔ شیخ کو شہر ہمدان میں دفن کیا گیا۔

ابن سینا کے اسیری کے ایام میں تاج الدولہ والیٔ ہمدان اور علاؤالدولہ والیٔ اصفہان آپس میں برسرپیکار تھے مگر خوش قسمتی سے علاؤالدولہ نے ہمدانی فوج کو شکست دی اور بوعلی کو کو بھی قید سے نجات ملی، اور علاؤالدولہ اسے اپنے ساتھ اصفہان لے گیا۔ روایت ہے کہ جب سلطان محمود عراقِ عجم کو فتح کر چکا تو اس نے مجدالدولہ دیلمی کو گرفتار کر کے غزنی بھیج دیا اور علاؤالدولہ جو مجدالدولہ کی جانب سے اصفہان کا صوبیدار تھا۔ سلطان محمود کی قوت سے خائف ہو کر فارس چلا گیا۔ سلطان محمود اس پر قبضہ کر لینے اور ملک "رے" کو فتح کر لینے کے بعد عراق کی صوبیداری اپنے فرزند مسعود کے سپرد کر کے خود غزنی چلا گیا علاؤالدولہ نے ابن سینا کے مشورہ سے اپنے بیٹے کو بہت سے تحائف دے کر سلطان مسعود کے پاس بھیجا۔ اس نے اس کے قصور معاف کر کے اصفہان کی حکومت دوبارہ اس کے سپرد کر دی۔ لیکن جب اس نے پھر مستقل حاکم بننے کا دعویٰ کیا تو سلطان مسعود نے اصفہان پر دوبارہ چڑھائی

---

[۵۴] ترجمہ تاریخ فلاسفۃ الاسلام ص ۴۷، مطبوعہ کراچی

کر دی۔ علاؤ الدولہ اصفہان سے نکل کر شاپور اور اہواز چلا گیا۔ لیکن اس کی بہن گرفتار ہو گئی شیخ الرئیس کے مشورہ کے مطابق سلطان مسعود نے علاؤ الدولہ کی ہمشیرہ سے نکاح کر لیا۔ اس کے بعد اس نے خود ہی اصفہان علاؤ الدولہ کے حوالے کر دیا۔ جب دونوں ملکوں میں دوستی قائم ہو گئی، تو شیخ نے اصفہان (جو سیاسی سازشوں کی جگہ تھی) چھوڑ کر ہمدان کی راہ لی۔ یہاں اس نے درس و تدریس کا سلسلہ بھی جاری کر دیا۔ اور آخر دم تک یہیں رہا۔

شیخ الرئیس کے حالاتِ زندگی لکھنے میں تذکرہ نگاروں نے جا بجا غلط بیانیاں کی ہیں۔ اس لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ضمناً ان اغلاط کا یہاں ذکر کر دیا جائے۔ مثلاً:

ابن خلکان نے کمال الدین یونس سے روایت کی ہے کہ علاؤ الدولہ نے شیخ کو پابہ زنجیر کر کے قید میں بھیج دیا اور وہ اسی حالت میں مر گیا۔ چنانچہ ان اشعار میں اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے ؎

رایت ابن سینا یعادی الرجال — وفی الحبس مات اخس الممات
فلم یشف ما نابہ بالشفاء — ولم ینج من موتہ بالنجات

"یعنی یہ بات دیکھی گئی کہ ابن سینا لوگوں کے ساتھ مناظرہ کرتا تھا اور حالتِ قید میں ذلیل موت مرا۔ نہ کتاب شفا، اس کے مرض کے لیے باعثِ شفاء ہوئی اور نہ کتابِ نجات موت سے نجات کا باعث بنی۔"

مورخ جنزرجی اور قطب الدین لاہجی کمال الدین یونس کی اس روایت کو غیر مستند خیال کرتے ہیں۔ صاحب نگارستان مولانا احمد غفاری (م - ۹۷۵ھ) کے اس بیان سے بھی اس بات کی تردید ہوتی ہے۔

فرماتے ہیں جس زمانے میں شیخ اصفہان میں وزیر تھا۔ علاء الدولہ نے اس کو خلعیات بھیجے تھے لیکن شیخ نے یہ خلعیات اپنے کسی خادم کو دے دیے۔ اس پر علاء الدولہ برافروختہ ہو کر شیخ کے قتل پر آمادہ ہو گیا۔ شیخ ملک "رے" کی جانب بھاگ گیا۔ جہاں ایک نوجوان طبیب نے اس کو یقین دلایا، کہ علاء الدولہ اس سے کنارہ کش نہیں رہ سکتا۔ اور تجھ کو تیرے عہدۂ سابقہ پر مقرر کرے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ زیادہ عرصہ نہیں گذرا تھا کہ علاؤ الدولہ نے اپنے چند خاص ملازموں کو مع خلعت و عطائے عہدۂ وزارت شیخ کے پاس بھیجا اور اس سے معذرت چاہی۔ جب شیخ اصفہان روانہ ہوا۔

تو وہ اس نوجوان کو بھی ساتھ لے گیا اور سفارش کر کے بادشاہ کے خاص مصاحبوں میں اسے داخل کرا دیا۔

مولانا احمد غفاریؒ کے الفاظ یہ ہیں:

"شیخ بوے گفت کہ مسئول تو از من چیست تا مبذول افتد وے فرمود کہ علاء الدولہ دست از تو برنخواہد داشت، التماس من آں ست کہ چوں نزد وے روی ماجرائے کہ منظور تو شد بعرض وے رسانی و مرا در سلک ندمایش منتظم گردانی۔ بعد از چند روز علاؤالدولہ کسان بعذر خواہی نزد شیخ فرستاد۔ وے جواں را ہمراہ بردہ در صحبت علاؤالدولہ چنداں تعریف او کرد کہ در جرگۂ ندما منسلک گردید" (نگارستان)

شیخ ابوسعید ابوالخیر جو شیخ کا ہمعصر تھا شیخ کے فضل و کمال کا اعتراف کرتا ہے اس کے اور شیخ کے درمیان جو رسل و رسائل ہوئے ان سے ان دونوں کا خلوص پایا جاتا ہے۔

علاوہ ان تمام فضل و کمال کے شیخ اعلیٰ درجے کا شاعر بھی تھا اور اس نے فارسی اور عربی میں بے شمار اشعار کہے ہیں۔ نمونہ کے طور پر چند پیش کیے جاتے ہیں۔ ایک مرتبہ شیخ نے ابوسعید ابوالخیر کی مجلس میں یہ رباعی پڑھی ؎

ماییم بہ عفو تو تولا کردہ — وز طاعت و معصیت تبرا کردہ
آنجا کہ عنایت تو باشد باشم — ناکردہ چو کردہ، کردہ چوں ناکردہ

ابوسعید نے اس کے جواب میں یہ رباعی پڑھی:

اے نیک نکردہ بدیہا کردہ — آنگہ بخلاص خود تمنا کردہ
بر عفو مکن تکیہ کہ ہرگز نبود — ناکردہ چو کردہ کردہ چوں ناکردہ

ان اشعار سے شیخ کے عقیدہ اور مذہب کا کچھ اندازہ ہوتا ہے ؎

بادۂ عشق در قدح ریختہ اند — و اندر پئے عشق عاشق انگیختہ اند
با جان و روان بوعلی مہر علی — چوں شکر و شیر ہم برآمیختہ اند

بر صفحۂ چہرہا خط لم یزلی — معکوس نوشتہ است نام دو علی
یک لام و دو عین با دو یائے معکوس — از حاجب و عین انف با خط جلی

قاضی نور اللہ کا بیان ہے کہ شیخ کو جن لوگوں نے کافر کہا تھا۔ وہ اہل سنت والجماعت تھے چنانچہ شیخ نے اس کی نسبت یہ رباعی لکھی ہے ؎

کفر چو منی گزاف و آساں نبود محکم تر از ایمانِ من ایمان نبود
در دہر یکے چوں من و آں ہم کافر پس در ہمہ دہر یک مسلماں نبود

عربی اشعار ملاحظہ ہوں :

تھذیب النفس بالعلوم لتو فی وذرا لکل فھی لکل بیت
انما النفس کالزجاجۃ والعلم سراج وحکمت المرء زیت
فاذا اشرقت فانک حی فاذا اظلمت فانک میت

"یعنی اکتساب فضل سے نفس کی تہذیب کرنی چاہیے، اور بجز اس کے دیگر چیزوں سے پہلو تہی کرنی چاہیے۔ کیونکہ علم بذات خود ایک عمدہ مجموعہ ہے جس میں سب چیزیں جمع رہتی ہیں نفس مثل آئینہ کے ہے اور علم مثل چراغ کے ہے اور اس میں حکمت مثل روغن کے ہے۔ جب وہ روشن ہو تو سمجھ لینا چاہیئے کہ وہ شخص ذی حیات ہے اور اگر وہ تاریک ہے تو یہ جاننا چاہیئے کہ اس شخص کا شمار مردوں میں ہے۔"

چند فارسی اشعار ملاحظہ ہوں فرماتے ہیں ؎

دل گرچہ دریں بادیہ بسیار شتافت یک موئے ندانست ولے موئے شگافت
اندر دلِ من ہزار خورشید بتافت آخر بکمال ذرہ راہ نیافت

از قعر گل سیاہ تا اوج زحل کردم ہمہ مشکلاتِ گیتی را حل
بیروں جستم ز قید ہر مکر و حیل ہر بند کشادہ شد مگر بندِ اجل

ز منزلاتِ ہوس گر بروں نہی قدمے نزول در حرم کبریا توانی کرد
ولیک ایں عمل رہروانِ چالاک است تو نازنین جہانی کجا توانی کرد

بوعلی کے بارے میں ایک اور غلط روایت مشہور ہے جس کا بطلان اس کے اس مصرعہ سے ہوتا ہے:

"ہر بند کشادہ شد مگر بندِ اجل"

روایت یوں ہے کہ بوعلی نے چالیس دوائیاں ایسی اختراع کی تھیں کہ ان کے ذریعہ مردہ زندہ اور بوڑھا جوان ہوسکتا تھا اور اس کا راز اس نے ایک شاگرد کو بتایا تھا، اور ہدایت کی تھی کہ جب میں مرجاؤں تو یہی ادویہ جو مرہم کی صورت میں تھیں جسم پر ملنا۔ چنانچہ شاگرد رشید نے عمل کیا۔ جوں جوں شاگرد ایک ایک مرہم لگاتا۔ بوعلی کا جسم توانا و تندرست محسوس ہوتا۔ آخر ایک خوب صورت نوجوان کی صورت میں تبدیل ہوگیا لیکن ابھی تک جسم میں زندگی کے آثار محسوس نہ ہوئے تھے۔ اب صرف ایک ہی مرہم کا عمل باقی رہ گیا تھا لیکن بوعلی کی لاش پر سرعت سے جو حیرت انگیز تغیر واقع ہو رہا تھا اس نے شاگرد کو مبہوت کر دیا۔ آخری شیشی ہاتھ سے گر کر چور چور ہوگئی اور دوا بھی ضائع ہوگئی۔[۵۵]

شیخ الرئیس کی کتابیں جو اس نے بخارا میں لکھیں

(۱) 'کتاب مجموع'۔ اس کا دوسرا نام حکمت عروضیہ ہے اس لیے کہ شیخ ابوالحسن عروضی اس کتاب کی تالیف کا محرک تھا۔ اس کتاب کی تالیف کے وقت شیخ کی عمر اکیس (۲۱) برس تھی اور علم حکمت میں یہ اس کی پہلی تصنیف ہے۔ (۲) 'کتاب حاصل و محصول' جس کی اکیس (۲۱) جلدیں ہیں۔ یہ کتاب شیخ نے ابوبکر برقی خوارزمی (جو فقہ اور تفسیر کا بڑا عالم تھا) کی درخواست پر لکھی۔ یہ کتاب چوبیس جلدوں میں ہے۔ (۳) 'کتاب البر و الاثم' یہ کتاب علم اخلاق میں ہے اور دو جلدوں میں ہے۔ یہ کتاب بھی ابوبکر برقی کی درخواست پر لکھی تھی۔ (۴) 'کتاب لغات سدید'۔ یہ اصطلاحات طب میں پانچ جلدوں میں ہے اور جو امیر نوح بن منصور کے نام سے موسوم کی گئی ہے۔ (۵) 'رسالہ مبوطی' علم موسیقی کے متعلق ہے جو ابوسہل مسیحی کے نام سے نامزد ہے۔ (۶) 'علم درایت' میں بھی ایک رسالہ ابوسہل کے لیے لکھا گیا۔ (۷) 'مقالہ قوائے طبیعہ' جو ابوسعید ہمامی کے نام سے موسوم ہے۔ (۸) 'قصیدہ عربی' جس کا نفسِ مضمون منطق ہے جو ابوالحسن سہیلی وزیر مامون شاہ خوارزم کے نام سے معنون ہے۔

۵۵ مشاہیر اسلام صفحہ ۲۲۶ مصنفہ خواجہ عباد اللہ اختر مطبوعہ ادارۂ ثقافت اسلامیہ - ۲ کلب روڈ لاہور۔

(۹) ایک کتاب علم کیمیا میں لکھی جس میں صور فلکیہ کی ہیئت کا بیان ہے۔ یہ بھی ابوالحسن سہیلی کے نام سے موسوم ہے۔ شیخ نے اس رسالے میں نہایت ہی عجیب و غریب حکایتیں لکھی ہیں جس میں سنگِ مثانہ کی پیدائش کے متعلق نہایت ہی عمدہ بیان لکھا ہے۔ اس میں حکما کے اقوال بھی درج ہیں۔ اسی رسالہ کے باب دوم میں پہاڑوں کی پیدائش کی نسبت اس نے ایک فصل قائم کی ہے اس کے قول کے مطابق پہاڑ اسباب اصلی اور اتفاقی کی وجہ سے موجود ہوئے ہیں۔ منجملہ ان اسباب اتفاقی کے زلزلہ کو بھی ایک سبب قرار دیا ہے۔

ایک اور بات جس کی صحت میں کلام ہے اس نے بیان کی ہے۔ کہتا ہے کہ اجسام مرکبہ کے چند ٹکڑے جن کے اجزا میں تانبا زیادہ تھا ملک ایران میں ایسی حالت میں گرے جبکہ وہ مشتعل تھے۔ وہ اس قدر سخت تھے کہ خارجی آتش سے بھی نہیں پگل سکتے۔ (۱۰) کتاب تدارک، جس میں طبیب کے معالجہ میں خطا کرنے کے اسباب ہیں۔ اور یہ بھی ابوالحسن سہیلی کے نام سے موسوم ہے۔ (۱۱) رسالہ نبض، یہ رسالہ فارسی میں ہے۔ اس کے ابتدا میں شیخ نے لکھا ہے کہ یہ عقیدالدولہ کی درخواست پر لکھا گیا۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہ رسالہ شیخ الرئیس کی تصنیف نہیں ہے بلکہ اس کا مصنف ابوعلی مسکویہ ہے اور یا یہ کہ کاتب نے بجائے مجدالدولہ یا شمس الدولہ کے عقیدالدولہ لکھ دیا ہے۔ کیونکہ شیخ کی ولادت سے ایک سال پہلے عقیدالدولہ مر چکا تھا۔ موسیقار کا مسئلہ جو شیخ نے قانون میں لکھا ہے وہ اس رسالے کے بیان سے مختلف ہے جس سے قول اوّل کی تائید ہوتی ہے۔

(ب) شیخ کی وہ کتابیں جو اس نے ملک جرجان (خوارزم) میں تصنیف کیں

(۱) کتاب اوسط، یہ کتاب علم منطق میں ہے۔ جو ابومحمدؒ شیرازی کے نام سے موسوم ہے۔ (۲) کتاب مبداء و معاد، بحث نفس میں ہے۔ یہ کتاب ابومحمدؒ بن ابراہیم فارسی کے نام معنون کی گئی ہے۔ (۳) کتاب ارصاد کلیہ، بنام شیخ ابومحمدؒ۔ اس کتاب کو اس نے ملک رے میں ختم کیا۔ (۴) کتاب معاد، جو مجدالدولہ دیلمی کے نام سے معنون کی گئی ہے۔ (۵) رسالہ خواص سکنجبین، اس کا ترجمہ لاطینی زبان میں ہو چکا ہے۔ (۶) رسالہ خواص حیوانات، یہ ارسطو کی کتابوں سے منتخب کیا ہے۔ اس کو اس نے ہمدان میں ختم کیا۔ (۷) کتاب الشفاء، یہ کتاب حکمت کے متعلق

ہے۔ اٹھارہ جلدوں میں ہے۔ شیخ کی سب کتابوں میں یہ کتاب زیادہ مشہور اور قابل قدر ہے۔ اس کی تصنیف کی نسبت صاحب طبقات الاطبار لکھتے ہیں کہ شیخ نے اس کو بیس ماہ کے عرصے میں ختم کیا ہے۔ اس کتاب میں اس نے متقدمین اور متاخرین کے کلام پر نہایت سنجیدگی اور متانت سے ریویو کیا ہے۔ اور اس میں عجیب و غریب مشاہدات کو بیان کیا ہے۔

(ج) شیخ کی وہ کتابیں جو اُس نے ہمدان میں تصنیف کیں :

(د) اور جو اصفہان میں لکھی گئیں :

(۱) 'کتاب ہدایہ' علم حکمت میں ہے۔ (۲) 'رسالہ ادویہ'۔ (۳) اشارات جو علاج مرض قولنج کے بارے میں ہے۔ (۴) رسالہ ارشاد جو اس نے اپنے بھائی شیخ محمود کے لیے لکھا تھا۔ (۵) 'رسالہ حی بن یقظان'[۵۶] (حی بن یقظان اس شہر کا حاکم تھا جہاں شیخ محبوس تھا) - (۶) 'کتاب قانون' علم طب میں یہ کتاب مختلف مقامات میں لکھی گئی۔ اس کا کچھ حصہ 'جرجان' میں، کچھ حصہ 'رے' میں اور کچھ ہمدان میں لکھا گیا۔ یہ کتاب پانچ کتابوں پر مشتمل ہے۔ کتاب اوّل امور کلیہ میں، یہ چار فنون پر مشتمل ہے۔ کتاب دوم ادویہ مفردہ میں، کتاب سوم امراض جزئیہ بدن میں، جو کہ سر سے پاؤں تک ہوتے ہیں۔ اس میں ۲۲ فن ہیں۔ کتاب چہارم۔ امراض جزئیہ میں جو اعضائے غیر مخصوص میں پیدا ہوتے ہیں اس میں پانچ فن ہیں۔ کتاب پنجم۔ ادویہ مرکبہ کے متعلق ہے۔ اس کے کئی فن ہیں۔ شیخ نے اس کتاب میں علاج سل اور ان قروح کے متعلق جو سینہ میں پیدا ہوتے ہیں لکھا ہے۔ شیخ لکھتا ہے کہ جس آدمی کو سل ہو اس کو ایک سال تک گلقند شکر کا استعمال کرنا ضروری ہے اور ہر روز زردی کے ساتھ بھی اس کا استعمال ضروری ہے۔ (۷) 'کتاب انصاف' جو بیس جلدوں میں ہے۔ اصفہان میں لکھی گئی۔ اس کتاب میں شیخ نے ارسطو کی کتابوں اور رسالوں کی شرح لکھی ہے۔ کتاب کو انصاف کے نام سے موسوم کرنے کی وجہ تسمیہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ اس میں شیخ نے مشرق اور مغرب کے فلسفیوں کے درمیان فیصلہ کیا ہے۔ چنانچہ صاحبِ طبقات الاطبا نے اس کی نسبت لکھا ہے کہ :

"و النصف فید بین المشرقین والمغربین"

---

۵۶ نوٹ : اس نام کی کتاب ابن طفیل نے بھی لکھی ہے۔

جس زمانہ میں سلطان مسعود نے اصفہان پر چڑھائی کی تھی اسی زمانہ میں یہ کتاب ملکی ہنگاموں میں تباہ ہوگئی تھی۔ (۸) اسی طرح کتاب لغت العربیہ جو پانچ جلدوں میں تھی۔ ابو سہل کی لڑائی میں تباہ ہوگئی تھی۔ (۹) کتاب علائیہ فارسی، اس کا دوسرا نام دانش نامہ ہے۔ علاؤالدولہ کے لیے لکھی گئی تھی۔ (۱۰) کتاب نجات دو جلدوں میں، (۱۱) کتاب درعلم مخارج حروف۔ (۱۲) رسالہ الطیر، (۱۳) کتاب حدود الطب۔ (۱۴) مقالہ در قوائے طبعیہ۔ (۱۵) کتاب عیون الحکمت، اس کتاب میں علم طبعی الہٰی اور ریاضی بیان کیا گیا ہے۔ یہ دس جلدوں میں ہے (۱۶) مقالہ عکوس ذوات الخطب التوحید یہ میں ہے۔ (۱۷) مقالہ الٰہیات۔ (۱۸) کتاب معجز کبیر یہ منطق میں ہے۔ (۱۹) کتاب معجز صغیر۔ (۲۰) مقالہ در تحصیل سعادت، اس کو حجج عربیہ بھی کہتے ہیں۔ (۲۱) مقالہ در قضا و قدر۔ یہ مقالہ شیخ نے سفر میں لکھا۔ جبکہ وہ ہمدان سے سفر کرتا ہوا اصفہان کو جا رہا تھا۔ (۲۲) مقالہ در خواص کاسنی۔ (۲۳) مقالہ فی اشارہ الی المنطق۔ (۲۴) مقالہ در تعریف و تقسیم حکمت و علوم۔ (۲۵) مقالہ نہروں اور پانی کے بیان میں۔ (۲۶) تعالیق طبیہ، یہ کتاب ابو منصور کے لیے لکھی گئی۔ (۲۷) مقالہ خواص خط استواء میں۔ یہ مقالہ ابو الحسین ہمینارہ کے جواب میں لکھا گیا ہے۔ (۲۸) رسالہ ہجدہ مسئلہ ابو ریحان بیرونی کے جواب میں۔ (۲۹) کتاب حکمۃ المشرقیہ۔ یہ مقالہ علم موسیقی میں ہے۔ (۳۰) مقالہ اجرام سماویہ میں، (۳۱) کتاب آلات رصد کے بیان میں۔ یہ کتاب اس زمانہ کی تصنیف ہے۔ جبکہ علاؤالدولہ نے اس کو اصفہان میں رصدگاہ بنانے کے لیے کہا تھا۔ (۳۲) کتاب در کبیہ و رصد۔ اس کتاب میں علم طبعی پر ہر چند تعلیقات بھی ہیں۔ (۳۳) مقالہ عرض فاطیفوریاس۔ (۳۴) رسالہ اضحویہ معاد میں۔ (۳۵) مقالہ جسم طبعی۔ (۳۶) کتاب حکمت عرشیہ۔ یہ الٰہیات میں ہے۔ (۳۷) مقالہ ہیئت ارض اور اس کے شکل مطابق ہونے کے بیان میں۔ (۳۸) مقالہ اس بیان میں کہ زید سے جو علم ہوتا ہے وہ عمرو کے علم کے علاوہ ہے۔ (۳۹)۔ کتاب تدبیر لشکر اور خراج لینے کے بیان میں۔ (۴۰) مناظرات، جو ابو اعلیٰ نیشاپوری اور شیخ کے درمیان ماہیت نفس سے متعلق ہوئے ہیں۔ (۴۱) کتاب خطبات اور تہجبات اور اسجاع و قوافی میں۔ اس کتاب میں ابن سینا نے ان امور کا جواب لکھا ہے جو بعض خطبوں کو جو ودسری

کے ہیں اُس کی طرف منسوب کیے گئے تھے۔ (۴۲) 'مختصر اقلیدس'۔ (۴۳) 'مقالہ ارثما طیقی میں'۔ (۴۴) 'قصائد عشرہ اور اشعار زہد وغیرہ میں'۔ (۴۵) 'رسائل فارسی'۔ اس میں مخاطبات اور مکاتبات ہیں۔ (۴۶) 'تعالیق حسنین ابن اسحاق کی کتاب طب پر'۔ کتاب معالجات میں یہ کتاب قوانین کے نام سے بھی موسوم ہے۔ (۴۷) 'رسالہ چند مسائل طبیہ میں'۔ یہ کتاب ان ۱۶ مسائل کے جواب میں ہے جو علمائے عصر نے شیخ ابن سینا سے کیے تھے۔ (۴۸) 'رسالہ شرح اللہ اکبر میں'۔ (۴۹) 'جوابات مسائل ابو حامد'۔ (۵۰) 'جواب مسائل علمائے بغداد' جس میں انھوں نے اس شخص سے سوال کیا تھا جو بغداد میں حکمت کا دعوے کرتا تھا۔ (۵۱) رسالہ علم کلام۔ (۵۲) 'شرح کتاب نفس ارسطا طالیس'۔ (۵۳) 'مقالہ در نفس'۔ (۵۴) 'مقالہ در ابطال احکام نجوم'۔ (۵۵) 'کتاب اللمع'، علم نحو میں ہے۔ (۵۶) 'فصول الٰہیہ'۔ اثبات اول میں۔ (۵۷) 'فصول'۔ نفس اور طبیعات میں'۔ (۵۸) 'رسالہ بیان زہد میں'۔ یہ رسالہ ابو سعید ابو الخیر کے لیے لکھا تھا۔ (۵۹) 'مقالہ اس بیان میں کہ ہر چیز جوہر و عرض نہیں ہوسکتی'۔ (۶۰) 'رسالہ ان مسائل میں جو ابن سینا اور علمائے عصر مختلف علوم میں حل کرتے رہے'۔ (۶۱) 'تعلیقات' جن سے ابو الفرج بن ابو سعید یمامی نے ابن سینا سے مجلسِ درس میں استفادہ کیا تھا۔ اس میں شیخ نے ان مسائل کے جوابات دیئے ہیں۔ (۶۲) 'مقالہ اپنی تصنیفات اور تالیفات کے بیان میں'، کہ اس کی تصانیف کس کی درخواست پر لکھی گئیں اور کس زمانہ میں لکھی گئیں'۔ (۶۳) 'رسالہ ابو الحسن عامری کے چودہ۱۴ مسائل کے جواب میں'۔ (۶۴) 'کتاب مفاتح الخزائن'۔ یہ کتاب منطق میں ہے۔ (۶۵) 'رسالہ جوہر و عرض میں'۔ (۶۶) 'کتاب تاویل اور تعبیر رؤیا میں'۔ (۶۷) 'مقالہ ابو الفرج کے کلمات کے رد میں'۔ (۶۸) 'رسالہ عشق کے بیان میں'۔ یہ رسالہ ابو عبد اللہ معصومی کے لیے لکھا گیا تھا۔ (۶۹) 'رسالۃ النساء'۔ یہ رسالہ عورتوں کے قوائے اور آلات کے بیان میں ہے۔ (۷۰) 'مقالہ حزن اور اس کے اسباب میں'۔ (۷۱) 'رسالہ نہایت اور لانہایت کے بیان میں'۔ (۷۲) 'کتاب حکمت'۔ یہ کتاب حسین سہیلی کے نام سے موسوم ہے۔

شیخ الرئیس کی طبی کتاب جو قانون کے نام سے مشہور ہے بہت حد تک اس کی شہرت کا

باعث ہوئی۔ یہ کتاب شیخ نے جرجان (خوارزم) میں شروع کی تھی۔ یہ کتاب تمام علوم طبیہ کی اساس سمجھی جاتی ہے۔ مغربی دنیا میں تیرھویں صدی سے سولہویں صدی تک اس کی بڑی دھاک تھی اور مشرقی ممالک میں آج تک اس کو طبی معالجہ کے اصول میں بہت اہم سمجھا جاتا ہے۔

میکڈانلڈ (Mac Donald) ابن سینا کی تعریف میں لکھتا ہے:

Endowed with gigantic memory and an insatiable intellectual appetite, he was the encyclopaedist of his age, and his scientific work, and especially that in medicine, went further than anything else to put the Muslim East and Medieval Europe in the strait waistcoat from which the first has not yet merged and the second only shook itself free in the seventeenth century. ۵ے

شیخ کو ملک الفلاسفہ خیال کیا گیا ہے۔ افلاطون اور ارسطو کے فلسفہ کی تطبیق و تحقیق آج تک شیخ کے بیان کردہ اصول پر مبنی ہے۔ شیخ کے ہردلعزیز ہونے کا اس بات سے بھی پتہ چلتا ہے کہ اس کی تصانیف کے متعلق بے شمار شروح و حواشی زمانۂ مابعد محققین نے تحریر کیے اور ہر طبقہ کے لوگ خواہ وہ صوفی ہوں، یا اہلِ شریعت فلسفی ہوں یا سیاست دان، طبیب ہوں یا سائنسدان، اس کی تصانیف سے مستفید ہوتے چلے آتے ہیں۔ علمائے مذہب میں سے بعض اس کی مخالفت پر تلے رہے۔ بارھویں صدی عیسوی میں خلیفہ مستنجد عباسی نے شیخ کی تمام کتابوں کو نذرِ آتش کرا دیا تھا۔[۹ے]

تاریخ فلاسفۃ الاسلام کا مصنف رقمطراز ہے کہ: "ابنِ سینا کی منطق کی کتاب نافیہ کا

۵ے Development of Muslim Theology, Jurisprudence and Constitutional Theory p 197-8

۹ے تجلیاتِ ابن سینا صفحہ ۱۶

فرانسیسی زبان میں ترجمہ ہو چکا ہے۔ اور ۱۶۵۸ء میں پیرس میں اس کی اشاعت ہوئی۔ اسی طرح علامہ شمول داز نے ابن سینا کی منطق کا خلاصہ "مجموعہ فلسفہ عربیہ" کے نام سے شائع کیا ہے۔ ابن سینا کا فلسفہ ارسطو کے متبعین میں کسی کے فلسفے سے کم نہیں۔ گو ہم اس کے اور نظریوں سے قطع نظر بھی کر لیں جو یونانی فلسفی ارسطو کی مبادیات کے علاوہ اس کے فلسفے میں پائے جاتے ہیں جس میں اس نے کوئی بات فلاسفہ عرب کے لیے نہیں رکھ چھوڑی[۵۸]۔"

آگے چل کر لکھتے ہیں کہ: "جو شخص ابن سینا کی تالیفات پر غائر نظر ڈالے وہ اس نتیجے پر پہنچے گا کہ علوم کی تحقیق اور توضیح میں شاگرد اُستاد پر سبقت لے گیا ہے۔ کیونکہ ارسطو نے فلسفہ نظری کی تین قسمیں کی ہیں۔ (۱) ریاضیات۔ (۲) طبیعات۔ (۳) علم لاہوت۔ اس لحاظ سے اس نے ریاضیات کو فلسفے کی ایک شرح قرار دی ہے۔ اور ریاضیات سے ایسے فنون منسوب کیے ہیں جن کی بحث ماوراء المادہ میں ہوتی ہے۔ (یعنی وہ جو متحرک نہ ہوں اور مادہ سے منزہ ہوں) اس کے بعد دوسرے علوم کا ذکر کیا ہے جیسے علم فلک، علم مرئیات فن النجام اور ان کو طبیعات سے منسوب کیا ہے تاہم اس کی تقسیم اس وضاحت اور تحقیق کے درجے کو نہیں پہنچی جیسے کہ ابن سینا کی تقسیم، (ملاحظہ ہو کتاب ماوراء الطبیعات از ارسطو کتاب ششم فصل اول اور طبیعات از ارسطو کتاب دوم فصل دوم) لیکن وہ تفصیل و توضیح جس کی بنا پر ابن سینا کو امتیاز حاصل ہے۔ صرف علوم کی تقسیم تک محدود نہیں بلکہ وہ مختلف فلسفیانہ نظریوں کو شامل ہے[۵۹]۔"

صاحب "مشاہیر اسلام" رقمطراز ہے کہ ابن سینا پہلا وہ شخص ہے جس نے جراثیم کا نظریہ امراض میں واضح کیا۔ اس کا نظریہ یہ ہے کہ ہمارے گرد و پیش ہوا اور پانی کے ذریعہ جراثیم امراض پیدا کرتے ہیں۔ صحت کے بارے میں اس کا نظریہ یہ ہے کہ بیماری کا علاج صرف دواؤں سے نہیں ہوتا۔ بلکہ بیماری کے اسباب کا سدِباب کرنا چاہیے اور کھلی اور صاف ہوا میں ورزش بھی ایک محبوب نسخہ ہے۔

---

۵۸ تاریخ فلاسفۃ الاسلام صفحہ ۴۷

۵۹ تاریخ فلسفۃ الاسلام صفحہ ۵، مصنفہ خواجہ عباد اللہ اختر

"کششِ ثقل" جو بو علی سینا کی وفات کے چھ سو سال بعد نیوٹن سے منسوب کی جاتی ہے۔ بو علی سینا نے پہلے دریافت کی اور اس موضوع پر نیشاپور میں حکما کے ساتھ اس کا مباحثہ بھی ہوتا رہا۔[۹]

دوسری جگہ لکھتے ہیں: " ایک ہزار سال کا عرصہ گذرتا ہے کہ سویٹ روس میں "عالمگیر مجلس امن" نے بو علی سینا کی برسی منائی۔ ۱۹۵۲ء میں اس تقریب پر جو کچھ اس ادیب اور حکیم اور طبیب اور ہیئت دان اور عالم دین اور فلسفی کی نسبت کہا گیا، اس کے لیے ایک دفتر درکار ہے۔ مختصر یہ کہ یہ شخصیت ان مشاہیر میں سے ہے جن کے افکارِ عالیہ نے عالم انسانی کی ذہنی اور مادی ترقی کو چار چاند لگا دیئے اور یہی وہ برگذیدہ ہستیاں ہیں جو امن اور علوم و حکمت کی علمبردار تھیں۔ اس وقت دنیائے اسلام جس دَور سے گذر رہی ہے وہ ایک عظیم الشان ذہنی انقلاب کی خبر دے رہا ہے۔ اور یہ "انقلاب" جس سے یورپ گذر چکا ہے۔ بو علی جیسی شخصیتوں نے پیدا کیا تھا۔ یورپ نے تو ان بیگانوں کو اپنایا اور خاطر خواہ فائدہ اٹھایا لیکن بو علی وغیرہ حکمائے اسلام کی یہ آزادی فکر، علماءِ دین نے برداشت نہ کی اور اسے الحاد اور کفر سے متہم کیا۔ اس کا جواب بو علی نے ایک شعر میں دیا ؎

در دہر یکے چو من و آں ہم کافر
پس در دہر کسے مسلمان نہ بود

ان تصریحات سے شیخ کے علمی مقام کا پتہ چلتا ہے۔ شیخ جس قابلیت کا مالک تھا اس کی نظیر مل نہیں سکتی۔ اس نے جو نقوش جریدۂ عالم پر ثبت کیے ہیں وہ رہتی دنیا تک قائم رہیں گے۔ شیخ جب علمی کاوشوں سے تھک گیا تو بالآخر ۱۰۳۷ء میں ستاون برس کی عمر پاکر داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ ہمدان میں دفن ہوا۔ جہاں آج تک اس کا مزار مرجع زوّار ہے ؎

چو مرگ تاختن آورد ہیچ سود نداشت
بقا بقائے خدائیست و مُلک و ملکِ خدا

(سعدیؒ)

---

[۹] مشاہیر اسلام ص ۲۲۵